مطبوعات

اقضیۃ الرسولؐ (اُردو ترجمہ) تالیف: محمد بن فرج المعروف بابن الطلاع الاندلسی۔ تلاش نسخہ، تحقیق و حواشی از جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد ضیاء الرحمٰن اعظمی، فیکلٹی آف حدیث، مدینہ یونیورسٹی۔ اُردو ترجمہ: زیر اہتمام ادارہ معارفِ اسلامی منصورہ۔ بہت بڑے سائز (۱۰¾" × ۷") کے ۹۲ صفحات۔ آراستہ و پیراستہ مضبوط جلد، سفید کاغذ، قیمت صرف ۱۶۵/- روپے۔ کتاب کو ایک نظر دیکھ کر آدمی یہ تسلیم نہیں کر سکتا کہ اتنی کم قیمت اس کی ہوگی۔

ایک نوجوان یوپی کے ہندو خاندان سے اُٹھا، وہ کلمۂ حق کے جام سے سرشار ہوا، خدا سے بندگی اور رسولؐ سے اطاعت کا پیمان باندھا اور اس کے لیے دیکھتے دیکھتے گھر کو گھر پورے وطن کی پھیلی ہوئی زمین اتنی تنگ ہوگئی کہ امن سے بیٹھنے کے لیے اسے جگہ نہیں مل رہی تھی۔ وہ چھپتا چھپاتا کبھی ایک جگہ جاتا، کبھی دوسری جگہ، ہر جگہ سرمستانِ تعصب پہنچ جاتے۔ یہ نوجوان ہندو غنڈوں کے ہاتھوں پٹا۔ خدا خدا کر کے کہیں چھپ چھپا کر میٹرک پاس کیا پھر لیکایک مولانا مودودیؒ کی کتاب دینِ حق کا ہندی ترجمہ پڑھا، جس کے متعلق ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ اس نے میرے دل کی دُنیا ہی بدل ڈالی۔ پھر انھوں نے مولانا کی ہندی میں ترجمہ شدہ تمام کتابیں پڑھ ڈالیں، مگر پیاس تھی کہ اور زیادہ بھڑکی۔ پناہ گاہ کی تلاش میں جگہ جگہ پہنچے، مگر بالآخر درس گاہ دارالاسلام بدایوں میں چار سال ٹک کر تعلیم پانے کا موقع ملا۔ فارغ ہونے پر ۱۹۶۶ء میں انھیں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں داخلہ مل گیا۔ یہاں اعلیٰ دینی تعلیم حا

یہاں وہ فیکلٹی آف حدیث میں مامور ہوئے اور یہیں انھوں نے یہ تحقیقی کام کیا جس کا تعارف ہم کرا رہے ہیں۔ متعصب ہندو غنڈوں کا ستایا ہوا وہی نوجوان آج عالمِ اسلام کی

اعلیٰ یونیورسٹی میں شعبۂ حدیث کا ڈاکٹر پروفیسر ہے۔
ڈاکٹر محمد ضیاء الرحمٰن اعظمی کی متعدد تصانیف پہلے سے ہیں اور بعض نئی چیزیں لکھنا پیش نظر ہے۔
الطلاع الاندلسی کی متذکرہ کتاب سقوطِ اندلس اور بربادیٔ مسلمانانِ اندلس کے بعد نگاہوں سے اوجھل ہوتی چلی گئی۔ دُنیا کی چند لائبریریوں میں اس کے مختلف نسخے موجود تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے نسخہ محفوظ بہ حرم مکی (نمبر ۱۳) پر توجہ کی۔ پھر دوسرے مختلف نسخوں کا مطالعہ کیا۔ متن کی صحیح اور جامع ترین شکل معین کی۔ پھر تمام متعلقہ احادیث کی تخریج کی۔ مندرجہ حوالہ جات و اقتباسات کے مصادر و مراجع دریافت کئے۔ اختلافِ مسالک اور مختلف الفاظ کے متعلق حواشی لکھے۔ رموزِ اوقاف کا اہتمام کیا۔ جدید معیارِ تحقیق کے مطابق ضروری ضمیمے پیش کئے۔ (تفصیل ملاحظہ ہو۔ ص ۴۷۔۷۵)۔
مباحث میں اولاً یہ ہے کہ القضا فی الاسلام کیا ہے۔ دوسری قیمتی بحث امام ابن الطلاع کے دور کے اندلس کے حالات کے متعلق ہے اور اندلس کی علمی ترقی کی تحریک کے متعلق (پہلی تا پانچویں صدی)۔ پھر سیاسی بحث، پھر تعارف مؤلف، پھر مختلف عنوانات فقہی کے تحت آنحضورؐ کے احکام اور فیصلے بیان کئے گئے ہیں۔ اس باب کا دردناک ترین واقعہ یہ ہے کہ سقوط اندلس (۸۹۷ھ) کے وقت طلیطلہ کے لاٹ پادری نے مسلمانوں کی ایک لاکھ کتابیں جمع کر کے اُن کو آگ لگا دی۔ پانچویں صدی میں علم کا اتنا فروغ ہوا کہ کتابوں کے ناموں کی ۴۴ فہرستیں (مجموعی ۸۰۰ صفحات) الحکم کی لائبریری میں موجود تھیں۔
آخر میں استدراک علی اقضیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم (لابی محمد ابن فرج المعروف بابن الطلاع) شامل ہے۔

پہلا تاثر تو میرا یہ ہے کہ یہ ہمارے اسلاف کے چھوڑے ہوئے خزانہ ہائے علم میں سے بہت ہی بڑا ایک خزانہ ہے جس میں زندگی کے متعلق تحقیق شدہ احکام اور حواشی میں ان کے متعلق مختلف اجتہادی فقہی آرا مذکور ہیں۔
دوسرا تاثر میرا یہ ہے کہ اس دور کے حالات کے لحاظ سے حضورؐ کے دیئے ہوئے احکام

کے یکجائی مجموعوں کی بھی ضرورت ہے۔ مگر ساتھ ہی دوسری بڑی ضرورت خالص عدالتی فیصلوں کو الگ کرکے پیش کرنے اور یہ نتھار کر دکھانے کی ہے کہ یہ رسولؐ بہ حیثیت امیر کے احکام یا فیصلے نہیں ہیں۔ مجموعی فیصلوں کو تو ہم احکام القرآن کی طرح احکام الرسول یا احکام الحدیث کے عنوان سے لا سکتے ہیں۔ لیکن جب لفظ قضا آتا ہے تو مروجہ اصطلاحی معنی کے لحاظ پہ ذہن فوراً عدالتی کارروائی کی طرف منتقل ہوتا ہے۔

میرا تیسرا بڑا تاثر یہ ہے کہ مسائل و احکام پر غور کرنے اور ان سے استنباط و استفادہ کرکے نئے اطلاقی اجتہادی احکامات برآمد کرنے والے یا ایسی بحثیں کرنے والی مجالس یا اداروں سے تو اس کتاب کا خاص تعلق ہے۔ رہے عام سطح کے آدمی، سو ان کے لیے مشکلات بڑھ جائیں گی۔ عام آدمیوں سے میری مُراد ایک تو وہ لوگ ہیں جو ابھی دین کے اُصولی احکام و مقاصد ہی کو نہیں پا سکے ہیں۔ اور عملی انحرافات بھی رکھتے ہیں اور ان کی تعداد بہت ہے۔ ٹھیک ہے کہ اُن میں سے کم اِن کو پڑھیں گے۔ لیکن جو لوگ کچھ ابتدائی دینی رجحان رکھتے ہوں گے تو وہ اپنے مرتبے سے زیادہ آگے کے قضیوں میں اُلجھ جائیں گے۔ مگر ان میں سے بھی زیادہ وہ فریب خوردگانِ فرنگ ہیں جن کی برین واشنگ دو صدیوں سے ہو رہی ہے۔ اور اب بھی مسلسل لٹریچر، علوم، ثقافت، آرٹ اور مسائل زندگی کے متعلق ملحدانہ اور سیکولر بنیادوں پہ بحثیں پھیلاتے رہنے سے ہوتی رہتی ہے۔ احساسِ کہتری کے مارے ہوئے یہ لوگ اور ان میں علمِ مغرب کا بھرا ہوا کبر آج کل جس سیکولر اسلام یا اسلامی لبرلزم کی شکل میں پھیل رہا ہے، اور پھر یہ لوگ عہدوں اور دولت اور سیاسی جتھہ گیری کی وجہ سے صحیح اسلامی تصورات کے خلاف رجعت پسندی اور ملائیت اور تنگ نظری اور علم دشمنی اور جمہوریت دشمنی اور فنڈا منٹلزم یا بنیاد پرستی کے طعنے دین کی ہر صدائے حق پر اور قرآن و حدیث کے بالکل صریح تقاضوں پر بلند کر رہے ہیں تو اندازہ کیجیے کہ ان کے حلقوں میں اگر اس کتاب کے حواشی کی وہ فقہی بحثیں پھیلیں جو ایک دوسرے کی کاٹ کرتی ہیں تو یہ لوگ ہمارے مختلف ائمہ کو دوسرے ائمہ کے خلاف کھڑا کرکے عین دین کے حقائق پہ ہاتھ صاف کر دیں گے۔ یہ پڑھے لکھے لوگوں کے فتنہ و ضلالت کا ایسا خوفناک

دور ہے کہ اس میں بڑی احتیاط کرنی چاہیے۔ بحث اور اختلافات اگر مخلصانہ ہوں تو اس کا مقصد تو حق کے زیادہ سے زیادہ بہتر تصور تک پہنچنا ہوتا ہے۔ بلکہ ایک صاحبِ دل کے قول کے مطابق فقہی بحث و تحقیق تو ذریعہ ہے خدا و رسولؐ کے قریب تر پہنچنے کا مگر یہاں خدا و رسولؐ سے فراریت پسندوں کے ایک جدید مُسلم گروہ سے واسطہ ہے۔ اعلیٰ عربی کتابوں کا ترجمہ کر کے اہلِ زیغ کے سامنے رکھنا اپنی مشکلات کو بڑھانا ہے۔

اب میں بعض قابلِ توجہ اشارات عرض کرتا ہوں:

اس کتاب کی کتابت متوسط سی ہے، لیکن اس کے شایانِ شان نہیں ہے۔ صرف ایک مثال دوں گا۔ ص ۲۴ کی پہلی دو سطروں میں "کا، کی، کہ یہ، کی، کو، مشترک" وغیرہ کی کاف کی کششوں کی طوالتِ بے جا دیکھیے۔

ص ۲۵ پر حضرت زید بن اَرقمؓ کی روایت سے حضرت علیؓ کی ایک مقدمے کی جو کارروائی بتائی گئی ہے، وہ بڑی حیران کن ہے۔ تین آدمی ایک عورت سے ایک ہی طہر میں ہم بستری کرتے ہیں اور پیدا ہونے والے لڑکے کے متعلق ہر ایک کا دعویٰ ہے کہ یہ میرا ہے۔ ان مردوں کی بے غیرتی کو جانے دیجیے کہ یہ لوگ ایسے گرے ہوئے تھے کہ وہ اپنی اس طرح کی حیوانی حرکت کو قاضی کے سامنے بیان کریں، زیادہ حیرت کی بات یہ ہے کہ حضرت علیؓ مقدمہ کی کہانی کے اس پہلے مجرمانہ حصے کا خفیف سا نوٹس بھی نہیں لیتے کہ یہ بات معمول کے بہت خلاف واقع ہوتی ہے۔ پھر اس کے بعد جس طرح لڑکے کے معاملے کا فیصلہ کرتے ہیں وہ قانونی کارروائی نہیں معلوم ہوتا۔ آخر میں قرعہ اندازی کرتے ہیں۔ اور یہ سب سُن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس زور سے ہنستے ہیں کہ ڈاڑھیں نظر آنے لگتی ہیں۔ پھر حضرت علیؓ نے اس قضیئے سے متعلقہ عورت کو طلب کر کے اس کا بیان نہیں لیا۔ ابن حزم کہتے ہیں کہ سند کے لحاظ سے یہ صحیح ہے مگر میں کہتا ہوں کہ درایت بھی تو کوئی چیز ہے! شریعت کے اُصول اور قضا کا قانون نہایت نازک اور سنجیدہ معاملے ہیں۔ کیوں نہ ہم ابوداؤد اور ابن ماجہ کی اس روایت کو وزن دیں کہ بعض اہلِ علم نے اسے مرسل ہونے کی بنا پر ضعیف قرار دے دیا ہے۔

عدت گذارنے والی عورت کی فقہی بحثیں بڑی طویل ہیں۔ میں صرف ایک جزئیہ نقل کرتا ہوں۔ "امام مالکؒ" اور "امام شافعیؒ" فرماتے ہیں کہ اُسے (طلاق دینے والے شوہر کے گھر میں) سکونت کا حق تو حاصل ہے، نفقہ کا نہیں۔" چند اور ائمہ کی رائے بھی یہی ہے۔ مگر اس بے ذریعہ عورت کے نان و نفقہ کا کیا حل؟ یہ بات فقہاء نے سوچی ہی نہیں۔ حالانکہ وہ یہ تجویز دے سکتے ہیں کہ بیت المال سے اسے سہارا ملنا چاہیے۔ یا آجکل کے دور میں مثلاً زکوٰۃ فنڈ سے یا کسی جائنٹ سیکورٹی فنڈ سے، یا مصیبت زدہ خواتین کی مدد کے کسی فنڈ سے، لیکن وہاں مسئلہ بتا کر حل بتانے کی ذمہ داری سے کنارہ کر لیا گیا ہے۔

اسی طرح عدت میں گھر سے نکلنے نہ نکلنے کے مسئلے میں اختلافات ہیں۔ کوئی قولِ فیصل نہیں۔

ص ۳۷۴ پر حافظ ابن حجر کی یہ رائے درج ہے کہ "یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے تھی کہ آپ کی صاحبزادیوں پر دوسرے نکاح نہ کیے جائیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ صرف حضرت فاطمہؓ کے لیے خاص ہو"۔ (فتح الباری ۹ — ۳۲۹)۔ حضورؐ نے فرمایا یہ تھا کہ "اللہ کے نبی کی بیٹی کے ساتھ اللہ کے دشمن کی بیٹی کبھی اکٹھی نہیں ہوسکتی — مجھے اندیشہ ہے کہ فاطمہؓ اپنے دین کے سلسلہ میں فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائے"۔ (بخاری) اتنی صریح دلیل کے ہوتے ہوئے حضورؐ کی بیٹیوں کے لیے ایک اُصول عام بنانے کی کوئی گنجائش نہیں۔

ص ۴۹۲ کے حاشیے میں خواب بنائے روایت ہے اور روایت مرسل ہے اور نتیجہ یہ نکالا گیا ہے کہ حضورؐ کی وجہ سے جناب ابوطالب کے عذاب میں تخفیف ہوگی۔ ایسی احتمالی چیزوں کو مدارِ بحث بنا کر علمی دائرے میں داخل کر دینا کیسے مناسب ہے۔ پہلے شرائطِ شفاعت و بخشش قرآن میں دیکھنی چاہییں۔

اس طرح کی اور بھی لمبی لمبی بحثیں تجزیہ طلب ہیں۔ مگر یہ کتاب حواشی کی بحثوں سمیت اہلِ علم دین اور محبانِ دین کے لیے ایک دولتِ بے پایاں ہے، مگر دین کا منہ نوچنے والے جدیدیوں کے لیے اس طمنچے کی طرح ہے جو بچے کے ہاتھ میں آجائے اور وہ اُسے چھیڑتے چھیڑتے اپنے ہی اُوپر گولی چلا دے۔

سیرتؐ مجمع کمالات تالیف : جناب محمد عبدالجبار شیخ ۔ ناشر : ادارۂ تعلیمات سیرت، علامہ اقبال کالونی ، سیالکوٹ کینٹ ۔ صفحات : ۳۸۰ ۔ سفید کاغذ، وبیز رنگین سرورق تقسیم فی سبیل اللہ ۔

یہ جناب مؤلف کے ۱۱ مقالات سیرت کا مجموعہ ہے ۔ ۱۱ کا عدد بھی اب بڑی اہمیت اختیار کر گیا ہے ۔ اکثر ابواب اس طرح ہیں : کمالِ پیغامِ سیرتؐ ، کمالِ عرفانِ نبوتؐ ، کمالِ اسوۂ حسنہ ، کمالِ نظامِ عدل ، کمالِ حسنِ معاشرت وغیرہ ۔ جیسے ہمارے ایک محبِ مکرّم نے لکھا تھا ۔ سراپا عدل ، سراپا رحمت ، سراپا خلق وغیرہ ، یہ بھی ایک خاص طرزِ ترتیب ہے ۔

جناب مؤلف درسِ نظامی کے فاضل بھی ہیں ، علومِ عصریہ سے آراستہ ہونے کی وجہ سے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں بھی اپنے افاداتِ علمیہ کو پھیلاتے ہیں ۔

اِس کتاب کے تحسین آمیز تعارف کے لیے ۱۸ بلند پایہ علمی و دینی اور ادبی شخصیتوں نے بڑے شاندار اور پُرزور انداز میں لکھا ہے ۔ ان ۳۸ صفحات کو پڑھنے کے بعد جراٗت تنقید کہاں باقی رہتی ہے ۔ ص ۳۲ پر پروفیسر ڈاکٹر ذوالفقار علی ملک نے اس پرانی روایت کو نبھایا ہے کہ دو ایک مستشرقین کی شہادتیں حضورؐ کے متعلق پیش کی ہیں ۔ یہ سلسلہ اس لیے متروک ہو گیا ہے کہ اکثر گواہوں کی تحریروں اور تحقیقات میں اسلام اور حضورؐ کے متعلق بڑے تضاد ہیں اور عملاً وہ ایک چیز کو حق قرار دینے کے بعد اُسے قبول نہیں کرتے ۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جب کوئی کتاب سامنے آتی ہے تو ویسے بھی ادب مانع ہوتا ہے کہ اس سے برکت حاصل کرنے کے بجائے مؤلف کی مساعی کو زیرِ نظر لایا جائے ۔ اور پھر دینی کتابیں لکھنے والے علماء کا احترام اپنی جگہ ہے ۔ بزرگوں کی باتوں پہ کیا کہا جائے ۔

تاہم جو پہلو میں نے محسوس کیے ، عرض ہیں ۔

مثلاً یہ کہ جناب مؤلف صاحبِ علم بھی ہیں اور ان میں جذبہ محبتِ رسالتؐ بھی ہے اور وہ قوم کی بھلائی بھی چاہتے ہیں ۔ مگر سیرت نگاری کے دو اہم راستوں میں سے کسی ایک

کے تقاضوں میں سے کسی ایک کی طرف بھی پوری طرح منزجہ نہیں ہو سکے، ورنہ مزا یا مسرت بھلی۔

تفصیل یہ کہ یا تو راستہ تحقیق کا راستہ ہے۔ آپ حقائق پر، وہ واقعات ہوں سنین ہوں، افراد ہوں، اقوال ہوں، کارروائیاں ہوں اور ان کے ہر جزء پر سوالوں سے تفصیل سامنے لاتے ہوئے بحث کر کے دکھائیں کہ قرآن اور حدیث کے بیانات کے مطابق کہاں کونسی صورت درست ہے۔

دوسری نوعیت سیرت نگاری کی یہ ہے کہ اس کے ذریعے دعوت احیائے اسلام اور درسِ اخلاق و کردار مسلمانوں تک نہایت مؤثر اور دلنشیں بلکہ کبھی کبھی جھنجھوڑ دینے والے انداز میں پہنچایا جائے۔

غالباً مؤلف کے پیشِ نظر دوسری صورت ہے۔ مگر اس کے تقاضے تب پورے ہوتے ہیں، جب آپ لوگوں کو منطقی انداز کی طرف نہ لے جائیں۔ بلکہ حضورؐ کی شخصیت اور کام کی درخشاں نیوں کو سامنے لا کر ان کی طرف اپیل کریں کہ یہ ہے فلاح کی راہ۔ یہاں اس طرح کی کچھ بات آئی بھی ہے، وہاں انداز یہ نہیں ہے کہ آؤ اور ہم مل کے یہ پیغام عام کریں بلکہ یہ ہے کہ اللہ کرے کوئی ایسی صورت نکل آئے۔" (ص ۴۴۷) ۔ دعوت کے انداز میں بات ہو تو شمعِ امید روشن رہنی چاہیے اور برائیوں کے طوفان کے خلاف لڑنے یا مخالف ماحول کی اذیتیں سہنے کا جذبہ پیدا ہونا چاہیے۔ لوگوں میں حق کی سربلندی کے لیے جذبے کا ابھار موجود ہونا چاہیئے۔

جناب محترم محمد عبدالجبار صاحب یقین کریں کہ میں ان کی کوشش اور جذبے کی دل و جان سے قدر کرتا ہوں کہ اور ان کے لیے خیر خواہی رکھتا ہوں۔ مگر میں یہ بات کہنے سے اپنے آپ کو کس طرح روکوں کہ سیرت کی کتابیں چند سال سے سٹیریو ٹائپ طرز کی آرہی ہیں۔ ایک سی باتیں ادھر سے ادھر الٹ پلٹ کر رکھ دی جاتی ہیں۔ کوئی نئے موضوع نکالیے، کوئی نئے مبحث پیدا کیجیے۔ گھسی پٹی عام سی باتوں کی تہ میں اتر کر معلوم کیجیے کہ کیا کیا موتی مخفی پڑے ہیں۔

آپ خود ہی سوچیں کہ آج کا مغرب زدہ سرکش طبقہ جو معاشرے میں مسلط ہے وہ اگر اس کتاب کو پڑھے گا تو کتنے فی صد لوگ اصلاح پذیر ہو سکیں گے۔ یا ہمارے بگڑے ہوئے عوام

ہیں سے (ماسوا ان کے جو پہلے سے دین سے مس رکھتے ہیں) کتنے نئے لوگ راہِ حق پر آجائیں گے، اور بدرجۂ آخر کتنے وابستگانِ دین کے قدم اور پکے ہو جائیں گے۔ یہ ہے دین کے کاموں کا معیار۔

آپ کے ہاں بعض ترجمے اور نتائج عجیب سے ہیں۔ مثلاً آیت "وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ ...... الخ" کا ترجمہ آپ یوں شروع کرتے ہیں۔" اے پیارے نبیؐ! یہ ترجمہ نہیں، زائد واعظانہ بیان ہے۔ پھر اس آیت کے آخر میں لَا يَعۡلَمُوۡنَ کا ترجمہ آپ نے کیا ہے" آپ کو اور آپ کی لائی ہوئی آفاقی قدروں کو نہیں جانتے۔" یہ" آفاقی قدروں" کا قصّہ کہاں سے آگیا۔ تفسیر آپ جو چاہیں کریں، ترجمہ میں یہ بات نہیں آسکتی۔ کہیں آپ کہتے ہیں" مقبوری سے پہلے پریکٹیکل کا ڈھب سکھا رہا ہے۔" (ص ۶۵)۔ دوسرے لفظوں میں عقاید وافکار سے پہلے اعمال[1]۔ یہی بات آپ نے پھر کہی" قول سے پہلے عمل کا پریکٹیکل سامنے رکھ دیے" (ص ۶۶)۔" یہ عمل کا پریکٹیکل کیا ہوا؟ ایک فقرہ ہے۔....." معاشی و سائنسی عوامل نے پوری دُنیا کو انسانوں کی ایک بستی کی صورت میں پلٹ کر رکھ دیا ہے۔" (ص ۷۰) "پلٹ کر رکھ دیا ہے"۔ نہیں" بدل دیا ہے"۔

اِن چھوٹی چھوٹی باتوں کو درکنار رکھ کر یہ کتاب مفید و مبارک ہے۔ اس میں بہت سی ضروری آیات واحادیث اور اقوالِ علما ہیں۔ مولف کے دردمندانہ احساسات ہیں، بہرحال ان کو پڑھ کر دینی سرمایۂ علم وجذبہ میں اضافہ ہوتا ہے۔

خدا کرے اس کتاب سے لوگ استفادہ کریں اور یہ پڑھنے والوں میں بہترین اثرات پیدا کرے اور مولف کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جزا ملے۔

---

[1] محترم مؤلف کو معلوم ہوگا ہی کہ جدید سوشل فلاسفی میں مادہ پرستوں نے یہ نزاع اُٹھائی ہے کہ پہلے عمل اور واقعہ اور پھر علم۔ یعنی ہمارے عقیدے کی کاٹ ہے کہ پہلے خدا تعالیٰ کے علم نے نقشۂ خلق تیار کیا اور پھر اس سے وہ کارخانۂ عمل نمودار ہوا جسے کائنات وحیات کہتے ہیں۔ جو فلسفہ ہم خدا پرستوں کی بیخ کنی کے لیے استعمال ہو رہا تھا اُسے اُٹھا کے آپ اسلام کے نام سے سیرت پاک کی جلوہ گاہ میں لے آئے ہیں۔

ISLAM AND OTHER ECONOMIC SYSTEMS	از جناب پروفیسر مہر محمد نواز خان - ناشر: اسلامک بک سروس - ۹۰ - اے، اُردو بازار، لاہور۔

صفحات: ۳۷۴ - صاف ٹائپ - قیمت پیپر بیک ایڈیشن ۳۵/- روپے مجلد ۲۲۵ روپے

ہمارے قرونِ رفتہ کے اعلیٰ لٹریچر میں بھی اعتقادی، اخلاقی اور فقہی اُمور پر جتنا وسیع کام ہوا ہے اس کے مقابلے میں اجتماعیات اور تمدنی ادارات اور اُن کے نظریات و اُصول پر مختصر بحثیں ملتی ہیں - اب جس دَور سے ہم دوچار ہیں اس میں اجتماعیات اور منظمات کی اہمیت بہت بڑھ گئی ہے اور اقوامِ غالب نے ہر دائرۂ فکر و بحث میں اتنا سرمایۂ تحقیق و تجربہ مرتب کر دیا ہے کہ ان کے مقابلے میں ہم اپنے آپ کو پسماندہ سمجھنے پر مجبور ہیں - اسی کا نتیجہ ہے کہ ہمارے نوجوانوں کے انبوہِ کثیر فکرِ اغیار کے سامنے آسیب زدہ ہو کے رہ گئے ہیں —

ایسے حالات میں ایک گروہ وہ ہے جو اسلام کی اٹل صداقتوں پر یقینِ کامل رکھتے ہوئے اجتماعیات کے دائرے میں اپنے سرمایۂ علم کو جلد سے جلد بڑھانے کی مہم میں مصروف ہے جس کے لیے سارے بنیادی تصورات ہمارے ہاں کتاب و سنت کے مطابق علومِ اسلاف میں موجود ہیں -

اسی مقام کی ایک شخصیت جناب پروفیسر محمد نواز خان کی ہے، جن کی صریر خامہ جھنگ جیسے علاقے سے سُنائی دی، جہاں یا تو بھینسیں ہوتی ہیں یا بین -

موصوف کو مَیں اس کوشش پر داد دیتا ہوں کہ انھوں نے اسلامی نقطۂ نظر اور معاشی مباحث پر بات کرتے ہوئے خود بھی سوچا ہے اور دُنیا کے بہت سے مفکرین کو بھی ساتھ لے کے چلے ہیں - انھوں نے اچھی انگریزی میں کتاب لکھی ہے۔

ہمارے پاس اعلیٰ درجے کے اقتصادی ماہرین کم ہیں، ان میں لکھنے والے اور کم ہیں اور لکھنے والوں میں سے تحقیق و تخلیق کے نادر کارنامے سامنے لا سکنے والے تو خیر کیا کہیں۔ پھر ہمارے لکھنے والوں کی ایک مشکل یہ ہے کہ زمانے کی ہوا اور غالب قوتوں کی نوا کے سامنے چلنے والے مفلوج الضمیر مقلدوں کو چھوڑ کر، جو مبارک لوگ آزادیٔ روح و ایمان و قلم

بقائے خودی سے آراستہ ہو کر کام کر رہے ہیں وہ بھی اس مشکل میں گرفتار ہیں کہ اخلاقی نظریات اور نظاموں کا اتنا بڑا طوفان اُن کو گھیرے ہوتے ہے کہ وہ جب اسلامی اقتصادیات پر لکھنے بیٹھتے ہیں تو اس طوفان کے تھپیڑوں کے زیرِ اثر وہ مخالف نظریات اور نظاموں کو بحث کی لپیٹ میں لیے بغیر چل ہی نہیں سکتے، ورنہ اُن کے قاری بھی اُلجھ جائیں۔

حالانکہ سرمایہ داری کے عیوب بر ہنگی کو نمایاں کر کے جن لوگوں نے اشتراکیت کا تجربہ شروع کیا تھا، ان کے تجربے کا ماحصل آج پون صدی میں مکمل طور پر سامنے آگیا ہے۔ لاکھوں انسانوں کی ہلاکت اور کروڑوں کو جبریت کے جیل میں مرتبۂ حیوانیت پر رکھنے سے سوائے اس کے کیا ملا کہ ضروریاتِ زندگی کی قلت، مزدوں اور کمزوروں کی اور زیادہ محرومی، مذہبوں اور نسلوں کو تباہ کرنے کی جنگِ مسلسل، مصنوعات کے معیار کی لپستی، معاشرے میں ہر طرف خیانت کا دَور دَورہ، اور ہر فرد کی بے اطمینانی —— اور اب اس کا نتیجہ نظام میں داخلی شکست وریخت۔

یہی انجام ہوتا ہے انسانی فلسفوں اور نظاموں کا!

پروفیسر مہر محمد نواز خاں صاحب نے اسلامی اور مخالفِ اسلام نظاموں کا تقابلی مطالعہ بھی کرایا ہے اور خود اسلام کو بھی، اعتقادی، اخلاقی، قانونی، سماجی ہر پہلو سے دکھا کر واضح کیا ہے کہ اسلام کے سادہ سے اُصولِ معیشت انسانیت کے لیے کس درجہ باعثِ خیر و فلاح ہیں۔ انہوں نے فلاح کے مفہوم ہی کی جو وضاحت کی ہے۔ اسی پر دل عش عش کر اُٹھا۔

مگر یہ ضرورت باقی ہے کہ خود اسلامی معیشت کے پورے اُصول و فلسفہ اور ادارات و نظام کو نہ صرف تحقیق و تفصیل سے سامنے لایا جائے بلکہ آج غیر اسلامی فکر و معیارِ زندگی نے انسانوں کو جس مشکل میں ڈال دیا ہے، اُس سے ان کو کیسے نجات دلائی جائے۔ اسراف کیا ہے۔ قومی دولت اور اجتماعی ضروریات کا لحاظ رکھ کر افراد کی دولت و ملکیت اور آمد و خرچ پر کیا تحدیدیں اجتہادی تدابیر کے طور پر کی جا سکتی ہیں۔ اسلامی کفالتِ عامہ کا تصور

کیا ہے اور اس کے وسیع تقاضوں کو پورا کرنا کس طرح ممکن ہے۔ زمین یا دولت کی ایسی بہت بڑی انفرادی ملکیتیں جو فسادِ اخلاق، ظلم، اغوا، جتھابندی، غنڈہ گردی، دولت اور زیرنگیں افراد کے ذریعے سیاست میں ضرر رساں دخل اندازی اور جمہوریت کی رُوح کی تباہی کا سبب بن جائیں۔ ان کے متعلق کیا مؤثر اقدامات کیے جا سکتے ہیں۔ بنکنگ بلاسُود کا بالکل پاک صاف نظام کیا ہو سکتا ہے۔ وغیرہ!

بہ مثبت کام اگر ہم کتاب و سنّت کی پوری پابندی کے ساتھ کسی قدر اجتہادی (نہ کہ انحرافی یا باغیانہ) نقطۂ نظر سے کر سکیں تو اس کی بنیاد پر دوسرے تمام فلسفوں اور نظاموں کا مقابلہ کرنا زیادہ آسان ہے۔ ایسی کچھ باتیں مہر محمد نواز خاں کے ہاں بھی ہیں، دوسرے معاشی مصنّفین کے ہاں بھی، مگر ابھی وہ بات نہیں بنی کہ:

ع حالیا! غلغلہ در گنبدِ افلاک انداز

ماہنامہ ظرافت | ایڈیٹر: ضیا الحق قاسمی (برادر عطاء الحق قاسمی)۔ اہم شخصیتوں کی مجلسِ مشاورت۔ مقام: ۴/۱۰۰ اسحٰق آباد، سرشاہ محمد سلیمان روڈ، لیاقت آباد، کراچی۔ کوڈ نمبر ۷۵۹۰۰۔ فی پرچہ: ۷/- روپے۔ سالانہ ۷۰/- روپے۔

قابلِ داد ہے ظرافت کا جواں سال ایڈیٹر جو بدلِ فند فند و حرفِ فند فند جرم و تشدد، خیانت و انتقام اور خون اور آنسوؤں کے ماحول میں مسرت کے پھول بکھیرتا نکلا ہے۔ جہاں مجالسِ ماتم کی آنکھوں میں آنسو ہیں، وہاں اس کے دَم سے لبوں پر تبسم رقصاں ہے — آگ پانی کا کھیل ہے۔ ایک گذارش! اہلِ ظرافت اگر معاصرین سے دست و گریباں ہو جائیں اور ہر پرچے کے ہر گوشے میں اسی لپاڈگی کے تذکرے ہوں تو بی بی ظرافت کو دمہ ہو جاتا ہے۔ ذرا بچ کے!

ہفت روزہ قیامت | مدیرِ اعلیٰ ظفر اعوان، دفتر اشاعت: نزد چونگی ۲۰۔ اڈیالہ روڈ۔ راولپنڈی۔ فی پرچہ ۷/- روپے۔ سالانہ: ۳۲۰/- روپے۔ معلومات کا دائرہ وسیع۔ ملکی اور غیرملکی خبریں۔ بیانات، رپورٹیں، تبصرے اور مزاج۔ قدرے اپوزیشن کی طرف میلان۔

ماہنامہ الفاروق | بہ اہتمام صدارت جامع فاروقیہ کراچی۔ مدیر اعلیٰ: مولانا محمد عادل خان (مع مشاورتی بورڈ)۔ پتہ: پوسٹ بکس نمبر ۱۱۰۰۹ - شاہ فیصل کالونی نمبر ۴ کراچی ۲۵۔ پوسٹ کوڈ نمبر ۷۵۲۳۰ - اچھا سفید کاغذ اور ٹائپ، خوبصورت ٹائٹل۔ فی کاپی -/۱۲ روپے چندہ سالانہ: -/۱۵۰ روپے۔

اسلامی فکر و تعلیم کے مختلف پہلوؤں کے متعلق مضامین کا پیش کنندہ۔ نیوز اور ریویوز کے زیر عنوان اہم اسلامی اخبارات و اطلاعات۔ "ایٹ لاسٹ" کے آخری عنوان کے تحت ایک سبق آموز واقعہ۔

ماہنامہ قلم قافلہ | مدیر اعلیٰ جناب گل بخشالوی (بہ تعاون مجلس ادارت و دیگر معاونین) پتہ: مقام کھاریاں، پوسٹ بکس نمبر ۲، ضلع گجرات۔ قیمت فی شمارہ: -/۵ روپے۔ سالانہ چندہ -/۵۰ روپے۔

گل بخشالوی صاحب کی ہمت ہے اور اردو زبان و ادب کی طاقت کہ کھاریاں جیسے مقام سے قلم قافلہ نامی رسالے نے صدیق سالک نمبر شائع کیا ہے۔ صدیق سالک (شہید) اردو ادب میں ایک ممتاز مقام حاصل کر کے رخصت ہوئے۔ نہایت قابلِ داد ہے کہ گل صاحب نے ۳۴ تحریریں سالک صاحب کی شخصیت، ان کے فن اور ان کے متعلقین پر فراہم کر دی ہیں۔

کھاریاں کے قلم قافلے نے تو منزل مار لی۔

سچی باتیں (پمفلٹ) | از مولانا عبدالماجد دریابادی مرحوم و مغفور۔ ناشر: ڈاکٹر محمد یعقوب شاہ ہومیوپیتھ ۱۳۴/E حسنین آباد - لاہور کینٹ - قیمت نامعلوم۔

اصل میں عنوان لمبا ہے "سیرت نبوی کی روشنی میں سچی باتیں"۔ یہ سچی باتیں ۱۶ صفحے پر پھیلی ہوئی ہیں۔ صاحب صدق کا خاص طرزِ نگارش تو آپ کے علم میں ہوگا ہی۔ ان کی تحریریں پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔

رسالہ تحریک | مرتب: جناب فیاض نقوی - پتہ: دفتر تحریک - ۵ شاہین منزل، راولاکوٹ آزاد کشمیر - سالانہ چندہ - ۳۰/- روپے

خود پاکستان بھی ایک پُر اضطراب خطہ ہے۔ مگر مقبوضہ کشمیر میں چناروں کی آگ بھڑک رہی ہے اور آزاد کشمیر میں جذبوں کی آنچ سے پتھر تڑخ رہے ہیں۔ رسالہ تحریک آزاد کشمیر کے درد کا اظہار ہے۔

عظیم مسلمان مفکر، شاعر اور سائنسدان | از محمد اکرم قریشی ایم اے - ناشر: احیائے دین لائبریری سیالکوٹ - (تبلیغی سلسلہ)

اس پمفلٹ کا اصل موضوع تو علامہ اقبال ہیں۔ مگر ایک مضمون مسلمان سائنسدانوں کے متعلق عرفانہ تبسم کا بھی شامل ہے۔

تصحیح (شمارہ مئی ۱۹۸۹ء)

ص	۹	پر	قَالَ رَبِّ	کے بجائے	وَقُلْ رَّبِّ
ص	۱۰	پر	لِيَسْئَلَ	〃	لِيَسْئَلَ
ص	۱۱	پر	فَلْيَسْتَعْفِفِ	〃	وَلْيَسْتَعْفِفِ
ص	۱۱	پر	النور ۲۳	〃	النور ۳۳
ص	۲۴	پر	وَمَا عَلَّمْنٰهُ	〃	وَمَا عَلَّمْنٰهُ

(شمارہ اپریل ۱۹۸۹ء)

ص	۳۵	پر	الظَّمَآءُ	کے بجائے	الظَّمَآءُ